ماہنامہ
تحریک ادب
UGC Care Listed
شمارہ ۶۵ (مئی ۲۰۲۳ء)
Tahreek-e-Adab
ISSN 2322-0341
A Peer Reviewed
Refereed Literary And Research Journal
website: www.tahreekeadab.com
e-mail: tahreekeadab2008@gmail.com
e-mail: jaweanwar@gmail.com
Cell: +91-9935957330
مدیر
جاوید انور (ڈاکٹر جاوید احمد)

ڈرامہ:

1۔ایک کتے کا انکاؤنٹر (طنزیہ ومزاحیہ ڈرامہ) محسن خان 119

مضامین:

1۔اوپندر ناتھ اشک: ایک پہلودار شخصیت اور سنجیدہ ادیب ریاض انور 148
2۔تصوف اور صوفیانہ تعلیمات محمد الطاف ملک 155
3۔اردو کے تاریخی ناولوں میں کردار نگاری کی اہمیت شاہنواز انصاری 161
4۔ابن انشاء کا پہلا سفر نامہ "چلتے ہوتو چین کو چلیے"
ایک تجزیاتی مطالعہ شازیہ خاتون 166
5۔کلیم عاجز کا شعری وجدان پرویز یوسف 176
6۔بیسویں صدی کے نصف اول میں اردو صحافت سیمیں رخسار 181
7۔خانقاہ شاہ ارزانی: ایک مختصر تعارف عالیہ ناز 187
8۔شیخ شرف الدین احمد کے ملفوظات فیض الرحمٰن 199
9۔امارت شرعیہ کا قیام اور امیر شریعت اول کا مختصر تعارف عنایت اللہ 215
10۔تین عظیم المرتبت انشائیہ نگار الطاف احمد میر 226
11۔اردو سفر ناموں میں رپورتاژ نگاری محمد الطاف ملک 233
12۔ثانوی درجہ کے طلباء میں ذہنی تھکاوٹ:
پنجاب اور جموں وکشمیر کا تقابلی مطالعہ محمد مشتاق 242
13۔مثنوی "منطق الطیر" کا سری پہلو ریاض احمد بٹ 253
14۔دینا ناتھ "نادم" کی نظم مے چھم آش پگہ آصف علی بٹ 259
15۔سید سلیمان ندوی کی علمی وادبی خدمات ڈاکٹر سمیہ باغبان 264
16۔کمیونٹی ریڈیو ڈاکٹر عبداللہ 270
17۔تاریخی پس منظر میں عورت کا مقام ڈاکٹر غوث النساء 277
18۔بچوں میں عام رویہ جاتی مسائل۔۔۔ڈاکٹر بختیار احمد، ڈاکٹر امین انصاری 286
19۔خاندانی فیصلہ سازی: ایک تجزیہ اختر حسین، پروفیسر شاہد رضا 296

Teen Azeem-ul-Martabat Inshaiya Nigar by Dr. wasi Ahmad Azam Ansari,Altaf Ahmad Mir(Res. Scholar,KMC language university LKO)

ڈاکٹر وصی احمد اعظم انصاری
الطاف احمد میر (ریسرچ اسکالر خواجہ معین الدین چشتی لینگویج یونیورسٹی لکھنؤ)

تین عظیم المرتبت انشائیہ نگار

بیسویں صدی کے نصف آخر سے اردو نثر بالخصوص غیر افسانوی نثر میں ایک نیا موڑ آیا۔ جہاں خاکہ، سفرنامہ، سوانح نگاری اور انشائیہ نگاری جیسے اصناف نے خوب ترقی پائی۔ ترقی کے ان مراحل کو طے کر کے انشائیہ نے اردو ادب میں اپنی شناخت بطور صنف قائم کی ہے۔ تاریخ ادب اردو میں اردو انشائیہ نگاری کی بحث کافی دلچسپ رہی جس نے کئی ایسے قلم کاروں کو جنم دیا جن کی بدولت آج اس صنف ادب نے اپنا دامن وسیع تر کر لیا ہے۔ یوں تو انشائیہ لکھنے والوں کی تعداد کم نہیں مگر خالص انشائیہ لکھنے والے حضرات اب بھی آٹے میں نمک کے برابر نظر آ رہے ہیں۔ اس لئے ڈاکٹر وزیر آغا نے ہندوستان میں صرف تین انشائیہ نگار ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر باوجود اس کے موجودہ دور میں کئی ایسے حضرات اس صنف ادب سے منسلک ہوئے ہیں جن کی پیروی میں یہ صنف ادب یہاں دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ ان ہی قلم کاروں میں ایک عظیم اور معتبر نام احمد جمال پاشا کا ہے جن کے ذکر کے بغیر اردو انشائیہ کی تاریخ ادھوری رہ جاتی ہے۔

اردو انشائیہ نگاری کی تاریخ میں احمد جمال پاشا کا نام محتاج تعارف نہیں۔ احمد جمال پاشا نے مختصر مدت میں اپنا نام روشن کیا۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر قلم فرسائی کی جو طنز و مزاح اور انشائیوں کی صورت میں مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہوئے ہیں۔ طنز و مزاح کی روایت کو جس جگہ پطرس بخاری، شوکت تھانوی اور کنہیا لال کپور نے چھوڑا تھا احمد جمال پاشا نے اس کو فن انشائیہ کی معراج پر پہنچا دیا ہے۔ ان کے مضامین میں اعلیٰ درجہ کا مزاح ملتا ہے۔ ان کے انشائیوں میں ہر لفظ، ہر فقرے سے ظرافت کی ست رنگی پھلجھڑی چھوٹتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ عبارت میں بے ساختگی، ندرت، سلاست اور شگفتگی پائی جاتی ہے۔ چراغ سے چراغ جلا کر وہ سماج کی بڑی سے بڑی ناہمواریوں سے نقاب اٹھا دیتے ہیں۔ وہ اپنے مطالعہ اور تجربہ کی مدد سے زندگی کے عدم توازن پر لوگوں

کو خوب ہنساتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں طنز مدھم اور مزاح زیادہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ وہ اپنی تحریروں میں ایسی کیفیت پیدا کر دیتے ہیں کہ پڑھنے والا بے ساختہ قہقہہ لگانے لگتا ہے۔

احمد جمال پاشا کی ادبی قوت بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں اپنے پورے شباب پر دکھائی دیتی ہے۔ اس عہد میں ان کی کئی تصانیف منظر عام پر آئیں۔ پاشا کے مضامین کا پہلا مجموعہ ''اندیشہ شہر'' 1963ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آیا۔ اس کے علاوہ پانچ انشائیوں اور طنز و مزاح کے مجموعے منظر عام پر آئے جن کی تفصیل یہ ہے۔ ستم ایجاد 1966ء، ندرت آزاد 1968ء، مضامین پاشا 1974ء، چشم حیران 1978ء، اور پتیوں پر چھڑکاؤ 1986ء قابل قدر ہیں۔ یوں تو پاشا نے بہت سارے اصناف پر قلم اٹھایا مگر پاشا کو ادبی دنیا میں طنز و مزاح نگار یا انشائیہ نگار کی حیثیت سے ہی جانا جاتا ہے۔ اردو انشائیہ کا دائرہ عمل شروع سے ہی وسیع رہا ہے۔ انشائیے نے اپنے اندر سیاسی، سماجی، تہذیبی، ثقافتی، معاشی اور تعلیمی مسائل کو جگہ دی ہے۔ اردو انشائیہ ابتدا سے آج تک اپنے عہد کے حقائق کی عکاسی میں کامیاب رہا ہے۔ اس کی سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ ادب میں آفاقی تصور کو اہمیت حاصل رہی۔ ان ہی حالات کے انشائیہ نگاروں میں احمد جمال پاشا نے بھی اپنا لوہا منوایا اور کئی ایسے مضامین تخلیق کئے جو انشائیہ نگاری کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ احمد جمال پاشا نے انسانی اور معاشرتی زندگی کے پہلوؤں کو انشائیے میں جگہ دی ہے۔ ان کے انشائیوں میں طنز کا نشتر بھی ہے اور ظرافت کی چاشنی بھی وہ جس مسئلے کی جانب قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں بغیر کسی تلخی کے مسائل تک ہماری رسائی ہو جاتی ہے۔ ان خصوصیات کو ان کے انشائیہ ''شامت اعمال'' کے اس اقتباس میں محسوس کیا جا سکتا ہے:

''ہمارے بھی جب تک ہاتھ پاؤں میں سکت اور دماغ میں ترنگ رہی ہم نے بھی دنیا بھر کی کمیٹیوں کی ممبری اس شان سے کی جیسے پولیس والے تھانے داری کرتے ہیں۔ اِس کمیٹی اور اُس کمیٹی سے اس کمیٹی گھر بیٹھے الاؤنس سفر خرچ، آنریریم اور دوسری بے شمار مکروں کی رقمیں ملا کرتیں۔ میونسپلٹی کی ممبری تو ہمارے یہاں ہمیشہ سے ہوتی چلی آئی ہے۔ یہ ہمارے لئے کوئی اضافہ نہ ہو مگر اس ممبری کے فیض سے ہم الاٹمنٹ کمیٹی، گھڑ دوڑ کمیٹی اور الیاتی کمیٹی میں بھی ہر بار لے لئے جاتے۔ ان کمیٹیوں کی وجہ سے بہت سی مسجدوں، یتیم خانوں اور شاعروں کی کمیٹیوں نے ہمیں ان کمیٹیوں کے جمع خرچ کا مختار کل بنا دیا۔ اس کے باوجود کیا مجال جو ہماری سفید پوشی پر حرف آیا ہو''۔ [1]

(ستم ایجاد، احمد جمال پاشا، نظامی پریس، لکھنؤ، 1966ء، ص 159)

بالا سطح کے اقتباس کی روشنی میں کہا جائے گا کہ ان کے یہاں سادگی اور متانت کے حوالے سے سماج کی کج روی پر گہری نگاہ ڈالی گئی ہے۔ احمد جمال پاشا کو انشائیہ کے فن میں مہارت حاصل تھی۔ وہ جب انشائیہ تخلیق کرتے تو وہ کسی عام موضوع لے کر موضوع کا زاویہ بدل کر اس کے اندر چھپے ہوئے پہلو کو اجاگر کرتے۔ احمد جمال پاشا کے انشائیوں کا اگر ہم بغور مطالعہ کریں گے تو ہمیں ان میں انشائیہ کی وہ سبھی خصوصیات ملتی ہیں جو کسی انشائیہ کو معیاری اور اعلیٰ بنانے کے لئے ضروری ہیں۔ احمد جمال پاشا نے اپنے انشائیوں میں ان چھوٹے چھوٹے موضوعات کو جگہ دی ہے جو روز مرہ کی زندگی میں ہمارے نظروں کے سامنے سے گزرتے ہیں۔ عام آدمی کے مقابلے میں انشائیہ نگار ایک حساس آدمی ہوتا ہے۔ یہ چاہے تو سوئی کے ناقہ میں اونٹ نکالے اور رائی جیسے معمولی شے کو دنیا کی حسین ترین چیز بنا کر پیش کرے۔ اس لئے تو کہا گیا ہے کہ انشائیہ نگار کا سارا دار و مدار اسلوب بیان پر ہوتا ہے۔ جیسا اسلوب بیان ہوگا ویسے ہی انشائیہ پر اثر ہوگا۔ اسلوب بیان انشائیہ نگار کے وسیع مطالعہ کی دلیل ہوتی ہے۔ احمد جمال پاشا انشائیہ کے بنیادی خصوصیات سے بخوبی واقف تھے۔ انکے پاس گہرا مشاہدہ، شگفتہ الفاظ، بات میں بات نکالنے کا فن اور سب سے بڑھ کر یہ کہ روزمرہ کی زندگی میں استعمال ہونے والے واقعات کو اپنا موضوع بنا کر ان میں لفظوں کی الٹ پھیر سے ان میں دلکشی پیدا کرنا جس سے قاری ایک الگ قسم کے مسرت، انبساط میں داخل ہوتا ہے۔ ان خصوصیات اور انداز بیان کو ان کے انشائیہ ''مونچھیں'' کے اس اقتباس میں دیکھا جا سکتا ہے:

''مردانہ حسن میں مونچھوں کی وہی اہمیت ہے جو محبوب ستم پیشہ کے لئے زلف بنگالا کی۔ ابتدا میں یہ مونچھ ایک خودرو جھاڑ کی طرح اگتی ہے مگر ہر صاحب مونچھ ایک مشاق مالی کی طرح اس کو تراش تراش کر اپنی پسند اور ذوق کے مطابق ایک خاص شکل دے دیتا ہے اس کے بعد ہر مونچھ والا اس بات کا احتیاط کرتا ہے کہ کہیں اس کی مونچھ نیچی نہ ہونے پائے اور اگر کوئی اس کی مونچھ ٹیڑھی کرنے کی کوشش کرے تو وہ اس کی اور اپنی جان ایک کردے۔ موسم، لباس، اور فیشن کی طرح مونچھوں کے اسٹائل بھی برابر بدلتے رہتے ہیں''۔ ۲؎ (ستم ایجاد، احمد جمال پاشا، نظامی پریس، لکھنؤ، 1966ء ص235)

مختصر الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ احمد جمال پاشا نے اپنے فن اور ہنر سے بے جان چیزوں میں جان ڈالی ہے۔ ان کے فن کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر شے کے زاویئے کو بدل کر اس کے چھپے ہوئے زاویئے کو تلاش کر لیتے ہیں۔ انشائیہ نگار کا مقصد ہی اشیا کے مخفی مفاہیم کو منظر عام پر لانا ہوتا ہے اور

احمد جمال پاشا نے یہ حق بخوبی ادا کیا ہے۔ جمال پاشا اپنی غیر سنجیدہ باتوں میں قاری کے لئے بہت ساری ایسی باتیں چھوڑ جاتے ہیں جن کو پڑھ کر قاری مختلف کیفیات سے دو چار ہو جاتا ہے۔ غرض فن اور فنکاری کے اس کھیل میں احمد جمال پاشا نے نہ صرف قاری کے دل جیت لئے بلکہ انشائیہ نگاری کے میدان میں اپنے آپ کو زندہ جاوید بنا دیا ہے۔

اردو ادب میں خالص انشائیہ نگاروں کی تعداد کم ہی رہی ہے مگر اس کے برعکس کئی خالص انشائیہ نگاروں نے اپنی محنت و لگن سے اس صنف کو بام عروج تک پہنچا دیا ہے۔ ان ہی خالص انشائیہ نگاروں میں ایک معتبر نام رام لعل نا بھوی کا بھی ہے۔ رام لعل نا بھوی 1918ء میں پٹیالہ (پنجاب) میں پیدا ہوئے۔ اگر چہ انھوں نے طنز و مزاح سے اپنی ادبی شروعات کی مگر ان کا اصل میدان انشائیہ ہی رہا۔ بلکہ مطالعے کے طور پر ان کے طنز و مزاح میں بھی انشائیہ کا واضح اثر نظر آتا ہے۔ ان کے کئی نثری مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ پہلا مجموعہ ''تبسم'' کے نام سے 1979ء میں منظر عام پر آیا۔ ان کے موضوعات میں رنگارنگی، خیال کی بے ربطی، اسلوب بیان کی شگفتگی، اختصار، عدم تکمیل، یا غیر سالمیت اور دعوت فکر ان کو اول درجہ کا انشائیہ نگار تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ انشائیہ نگاری کے لئے جن شرائط کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب رام لعل کے مضامین میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ان کے مضامین کا مجموعہ ''آم کے آم'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔ اس میں کل 16 انشائیے موجود ہیں جو انشائیہ کے سارے فنی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ رام لعل نا بھوی نے اپنے مضامین کا مجموعہ ''آم کے آم'' میں پہلے پہل انشائیے کے فن پر بحث کی ہے اور انشائیہ کیا ہے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ یہ مضامین کا مجموعہ سن 1983ء میں منظر عام پر آیا۔ اس میں مصنف نے انشائیہ کیا ہے کے ساتھ اس کے آغاز و ارتقا، مغربی انشائیہ نگاروں کے خیالات و حوالات اور ان کے تحریروں سے اقتباس بھی پیش کئے ہیں۔ اس مجموعہ میں مصنف نے اس کے ابتدائیہ میں اس صنف کے بارے میں ایک سوالیہ نشان لگایا ہے، لکھتے ہیں:

''سوال ایک یہاں پیدا ہوتا ہے کہ انشائیہ نگار پیدا ہوئے، انشائیے لکھے گئے، مجموعے تک مرتب ہو گئے لیکن اس صنف میں لکھنے والوں کی تعداد کم کیوں رہی؟ انشائیہ کی صنف آسان ہوتی تو بات کچھ اور ہوتی کوئی انشائیہ صحیح معنوں میں انشائیہ تبھی کہلائے گا جب وہ انشائیہ کے تمام اصولوں پر کھرا اور پورا اترے گا۔ انشائیہ نگار کی حالت ایک ایسے تیراک کی ہے جو پانی پر تیرتا ہے کبھی ڈبکی لگاتا ہے کبھی آگے نکل جاتا ہے پھر اپنے سانسوں کو قابو میں لاکر پانی کی لہروں کے حوالے کر دیتا ہے۔ اس سرور کو

تیرا کیسے بیان کر سکتا ہے۔ یہاں بات دل سے پیدا ہوتی ہے اور دل پر کس کا قابو، بات کا سرا پھیل جاتا ہے مشکل سے ہاتھ آتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں انشائیہ نگار کے دل میں چٹکیاں پیدا ہوتی ہیں"۔ ۳؎

آم کے آم، دوسرا ایڈیشن، رام لعل نابھوی، جے کے آفسیٹ پریس، دہلی، 1983ء، ص 27)

رام لعل نابھوی نے اپنے سوال کا خود ہی اشاروں اور کنایوں کے ذریعہ جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ مصنف نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ انشائیہ کی صنف کو جتنا آسان سمجھا جاتا ہے اصل میں اتنی آسان نہیں ہے۔ رام لعل نابھوی نے انشائیہ کی روح کو سمجھا تھا ان کو دوسرے انشائیہ نگاروں میں ایک اعلیٰ اور اونچا مقام حاصل تھا۔ ان کو خالص انشانئیہ نگار اس لئے بھی کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے انشائیہ کے فن سے استفادہ کیا اور انشائیہ تخلیق کرتے وقت انشائیہ کی خصوصات کو مدنظر رکھا جس سے ان کے انشائیے ملاوٹ سے عاری ہیں۔ رام لعل نابھوی بہ یک وقت کئی خصائص کا مالک نظر آتا ہے۔ آپ مضمون نگار، مقالہ نگار، طنز ومزاح نگار، تنقید نگار، مبصر اور انشائیہ نگار کی حیثیت سے ادب میں جانے جاتے ہیں۔ رام لعل کے پاس موضوعات کا بیش بہا خزانہ ہے۔ آپ نے موضوعات کا انتخاب کرنے میں بڑے غور وفکر اور سوجھ بوجھ سے کام لیا ہے۔ ان کے انشائیوں کے موضوعات غیر معمولی اشیا اور جذبات وکیفیات ہیں جن کو وہ شخصیت عطا کرتے ہیں۔ ان کے پاس ایک خاص اسلوب ہے جس میں لفظوں کے الٹ پھیر سے قاری کو دعوت فکر ملتی ہے۔ رام لال نابھوی اپنی تحریروں کے لفظوں کو تراش خراش میں مسکراہٹ کے پیوند اس فنکارانہ انداز سے کرتے ہیں کہ قاری یہ سب دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔ رام لعل اپنی تحریروں میں مزاح پیدا کرنے کے لئے اشعار، محاورے یا لطیفے بیان نہیں کرتے بلکہ ان کا گہرا مشاہدہ اور تخلیق کی فنکاری خود بہ خود مسکراہٹ کو جنم دیتی ہے۔ ان کے انشائیوں میں شخصی ردعمل، غیر سالمیت بھی ہے، بیان میں سادگی، شگفتگی اور لطافت بھی ہے، خصوصاً بے ربطی، آزاد خیالی کے ساتھ ساتھ موضوعات کا تنوع اور اختصار دیکھنے کو ملتا ہے۔ جن کی بنیاد پر ان کے انشائیے انشائیہ کی تعریف پر سو فیصد پورا اترتے ہیں اور اس طرح سے انشائیہ نگاری میں رام لعل نابھوی انشائیہ نگاری کی تاریخ میں ایک کامیاب اور کامران انشائیہ نگار نظر آتے ہیں۔ ان کے انشائیے آئے دن ہند و پاک کے مختلف رسائل وجرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ یہاں پر ان کے دو الگ الگ انشائیوں سے اقتباس پیش خدمت ہیں جن کے مطالعہ سے فن انشائیہ سے متعلق ان کے شعور کی پختگی اور اسلوب بیان کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

''ہر سال جب جنوری کی پہلی تاریخ میرے دروازے پر دستک دیتی ہے تو میں ایک خوشگوار جھٹکے سے دوچار ہوتا ہوں۔ پچھلے کئی سالوں سے میرا یہ معمول ہے کہ میں اس دن اپنی پہلی فرصت میں ایک خوبصورت سی ڈائری خریدتا ہوں۔ قلم دانتوں میں دبا کر اپنے معمولات زندگی پر نظر دوڑاتا ہوں۔ مجموعی طور پر مجھے اپنی زندگی آنگن میں لگی مہندی کے باڑ کی طرح نظر آتی ہے جس کی شاخیں بے ترتیبی کے ساتھ پھیلتی جا رہی ہیں۔ میں فوراً قلم ڈائری چھوڑ کر اسے تراشنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں''۔

۱۴۔ بوڑھے کے رول میں، ڈاکٹر محمد اسد اللہ، عباسی پریس پتھر کولہ، 1991ء، ص 23

محمد اسد اللہ کے اب تک تین سے زائد انشائیوں کے مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ ان کا پہلا انشائی مجموعہ ''بوڑھے کے رول میں'' ہے۔ اس مجموعے میں پندرہ انشائیے شامل ہیں۔ محمد اسد اللہ نے انشائیہ کی ادبی دنیا میں خوب نام کمایا۔ ان کے ہاں انشائیہ فن کی موج ہے جس میں فکر، بصیرت اور مسرت کے ذہنی دریچے وا ہوتے ہیں۔ ان کے انشائیوں کی خصوصیت میں نرم گفتگو، اختصار، ظرافت نگاری، بزلہ سنجی، جامعیت اور معنویت دیکھنے کو ملتے ہیں۔ آپ کا دوسرا انشائی مجموعہ ''پرپرزے'' اکتوبر 1992ء کو منظر عام پر آیا اس مجموعے میں کچھ خاکے اور انشائیے شامل ہیں۔ محمد اسد اللہ کا تیسرا مجموعہ ''ہوائیاں'' جو آل انڈیا ریڈیو سے نشر شدہ طنزیہ و مزاحیہ مضامین اور انشائیوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب 1998ء میں شائع ہوئی جس میں 18 طنزیہ و مزاحیہ مضامین اور انشائیے شامل ہیں۔ محمد اسد اللہ نے نہ صرف صنف انشائیہ بلکہ باقی اصناف جیسے شاعری، افسانہ نگاری، تحقیق و تنقید، طنز و مزاح، تراجم اور بچوں کی تصانیف پر بھی قلم اٹھایا۔ آپ کے موضوعات ہندو پاک کے مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو رہے ہیں۔ آپ نے صنف انشائیہ کے آغاز و ارتقا، ہیئت و تکنیک اور اس کی ساخت کے بارے میں کھل کر لکھا ہے۔ یہی نہیں بلکہ کئی دہائیوں سے انشائیہ اور طنزیہ و مزاحیہ مضامین کو ایک سمجھنے کے رجحان کو خارج کر کے ان کے اوصاف اور ارکان کو الگ الگ اور واضح کرنے میں ایک اہم کردار نبھایا۔ اپنی تصنیف ''ڈبل رول'' میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اردو میں طنزیہ و ظریفانہ مضامین کو انشائیہ قرار دینے کا رواج عام ہے۔ اس میں اخباروں کے کالم، ہلکے پھلکے شگفتہ مضامین، خاکے وغیرہ سبھی پر انشائیہ کا لیبل لگا دیا جاتا ہے۔ ان تحریروں کے مطالعے سے یہ بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی ادیب اپنے مضمون میں بھرپور طنز و مزاح کو بروئے کار نہ لا سکے یعنی وار اوچھا پڑ جائے تو اسے بھی انشائیہ سمجھ لیا جاتا ہے گویا ایک ناکام قسم کا مضمون انشائیہ ہو گیا۔ بقول محمد حسنین انشائیہ نگاری کو مزاح نگاری قرار دینا بڑی مضحکہ خیز بات ہے۔ طنز و مزاح، ہجو،

رومان یہ تحریر کی خوبیاں ہیں تحریر کی صورتیں نہیں، ان صفات کو صنف کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟
حقیقت یہ ہے کہ انشائیہ ایک صنف ادب ہے نہ کہ صنف کا انداز تحریر''۔۵

ڈبل رول، محمد اسد اللہ، پٹیل فائن آرٹس، کامٹی ناگپور، 2015ء، ص14)

مجموعی طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ محمد اسد اللہ نے نہ صرف صنف انشائیہ کی آبیاری کی بلکہ اس کو متعارف کرانے اور ادبی مقام بخشنے میں ایک اہم کارنامہ انجام دیا۔ آپ کے اب تک کئی انشائی مجموعے اور تصانیف منظر عام پر آ چکے ہیں جو آنے والے انشائیہ نگاروں کے لئے مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں آپ کا نام ہندوستان کے صف اول کے انشائیہ نگاورں میں لیا جاتا ہے۔ اردو ادب کی تاریخ کا گہرائی سے مطالعہ و مشاہدہ کرنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ صنف انشائیہ کے درخت کی آبیاری کرنے والوں کی تعداد کم نظر آ رہی ہے مگر باوجود اس کے تقریباً عہد حاضر میں ہر کسی ادیب نے اس صنف ادب پر قلم فرسائی کی ہے۔ اور یوں اس صنف ادب میں گوناں گوں اضافہ ہوتا گیا۔ صنف انشائیہ نے بڑے بڑے قلم کار پیدا کئے جن میں احمد جمال پاشا، رام لعل نابھوی اور محمد اسد اللہ جیسے معتبر نام گردانے جا سکتے ہیں۔ ان انشائیہ نگاروں کے انشائیے نہ صرف مختلف رسائل و جرائد میں ملک اور دیگر ممالک میں شائع ہوتے رہے بلکہ ان میں سے بیشتر حضرات کے انشائیوں کے مجموعے زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہو کر میں منظر عام پر آ چکے ہیں اور قارئین سے داد و تحسین حاصل کر رہے ہیں۔

☆☆☆